سیّد صابر حسین چشتیؒ کا معراجیہ کلام: قرآن وحدیث کے تناظر میں

ڈاکٹر محمد عابد ندیم، اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ عربی وعلومِ اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract

The Prophet Muhammad(SAW) is being eulogized in the poetic and prose literature of the Muslim scholars since the advent Islam on the globe. Various facets of his life have been given a special reverence by the Muslim scholars. So many Muslim poets have paid homage to various aspects of the Prophet's life. Ascension(Mi`raj) miracle is a unique virtue bestowed by Allah Almighty upon the Prophet(SAW). This journey has been a topic of Prophet's eulogy for many poets and writers. Syed Sabir Hussain Chishti is one among such personalities who have paid homage to the Prophet(SAW) with respect to this miracle. In this article his poetic verses regarding Prophet's ascension miracle have been portrayed.

اللہ تعالیٰ نے اپنے وصف تخلیق کے اظہار کا ارادہ فرمایا تو ایک وسیع وعریض کائنات مقام عدم سے مقام وجود میں لایا پھر اس کائنات کو آراستہ و پیراستہ کیا گیا اور اسے ہر طرح کی مخلوق سے آباد کیا گیا۔ تمام مخلوق اپنے مرتبے اور شرف میں متفاوت تھی۔ اس میں سے جس کے سر عظمت و شرف کا سہرا باندھا گیا وہ نائب خداوندی حضرتِ انسان ہے۔ حضرتِ انسان کے لیے اشرف المخلوقات ہونے کا یہ اعزاز ترجیح بلا مرجح کے قبیل سے نہیں۔ یہاں سبب ترجیح انسان کو ودیعت کی گئی فہم وفراست، رشد وہدایت اور علم وعنایت ہے۔ یہی وہ خوبی ہے جس کی وجہ سے اس کائنات میں اپنے لیے اور اپنے جیسے دوسروں کے لیے مفید ثابت ہوتا ہے۔

خالق کائنات نے انسانوں کو جداگانہ علوم وفنون عطا کیے اپنی پہچان کرانے کے لیے سلسلہ ہائے نبوت جاری کیا جو آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر آقائے نامدار پر ختم ہوا۔ باری مطلق نے ہر فن کو حقیقت کے وجود سے کچھ حصہ بخشا اور ہر ایک نے اپنا مخصوص فن کسی نہ کسی خاص مقصد کے حصول میں صرف کیا۔ شاعری

بھی قدرت کا ایک عظیم اور انمول عطیہ ہے۔ ہر شاعر اس وصف کو اپنے خاص مقصد کے لیے بروئے کار لاتا ہے مگر عظیم ہیں وہ لوگ جنھوں نے شاعری کو لوگوں کی اصلاح اور نبی خاتم المرتبت ؐ کی مدح سرائی کا ذریعہ بنایا۔ یہ فضیلت بذاتِ خود بندے پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے کرم اور اس کی بے پناہ عنایت کی بین دلیل ہے۔ یہ منصب خوش بختوں کے لائق ہے، اس بات کو حضرت حسان بن ثابت نے اس اندز میں بیان کیا ہے:

ما ان مدحت محمد ابمقالتی ولکن مدحت مقالتی بمحمد ی

''میں اپنے کلام سے محمد کی مدح نہیں کر رہا بلکہ محمد کے نام سے اپنے کلام کو مزین کر رہا ہوں۔''

نبی علیہ الصلوٰ والسلام کی نعت کا سلسلہ اتنا ہی پرانا ہے جتنی یہ کائنات۔ اللہ تعالیٰ آپ کا پہلا نعت خواں ہے۔ تورات و زبور اور انجیل محمد عربی کی نعتوں کے مجموعے ہیں۔ آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ کی مدح سرائی، آپ کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے بھی ہوتی رہی، آمد کے وقت بھی ہوئی اور قیامت تک ہوتی رہے گی۔ نہ صرف اپنوں نے آپ کی صفت بیان کی بلکہ غیروں نے بھی اس میں سے اپنا حصہ پایا۔ آپ کے مدح سراؤں کی طویل فہرست میں ایک نام سید صابر حسین چشتیؒ کا بھی ہے۔

سید صابر حسین چشتیؒ کی پیدائش پنڈرانی ضلع امرتسر (ہندوستان) میں ۱۲ اپریل ۱۹۴۰ء کو ہوئی۔ پاکستان بننے کے بعد آپ کے والد موجودہ چشتیہ آباد تحصیل کامونکی ضلع گوجرانوالہ میں آباد ہو گئے۔(۱)

آپ نے کامونکی میں میٹرک تک تعلیم حاصل کی پھر اسی شہر میں مفتی امین الدین بدایونی سے درس نظام کی تعلیم حاصل کی۔ استاد محترم کو اپنے شاگرد پر بہت ناز تھا اور انہوں نے اپنی مسجد میں اپنے شاگرد سے وعظ بھ یکروای اور اس پر خوشی کا اظہار کیا۔ شاگرد کو بھی اپنے استاد سے بہت محبت تھی جس کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے شاعری میں اپنے استاد کی عظمت یوں بیان کی ہے:(۲)

مفتی امین الدین دین دا امین اے اللہ جانے مفتی میرا خلد مکین اے

عین نمونہ سوہنا خلق رسول دا سایہ فگن سر تے ظل معین اے

قابل مدح اوہدا علم بیان اے پیارا پیارا مکھڑا تے روشن جبین اے(۳)

ان کا وصال ۱۸ جنوری ۱۹۹۲ء کو فجر کی نماز کے بعد ہوا۔ اس دن وہ اپنے اوراد وظائف سے فراغت کے بعد لیٹے تو خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ ان کو ان کے والد کی قبر کے دائیں طرف دفن کیا گیا۔(۴)

سید صابر حسین بڑا ادبی ذوق رکھتے تھے۔ آپ اپنی تقریروں میں اکثر اقبال، رومی، سعدی اور امیر خسرو کا کلام پڑھا کرتے تھے۔ اس کیساتھ ساتھ خود صاحب قلم بھی تھے۔ انھوں نے تین کتابیں'' شجرہ طریقت''، ''تکھیاں نوکاں'' اور'' جلوۂ یزداں'' لکھی۔ چوتھی کتاب'' پیچ زلفاں'' ابھی نامکمل تھی کہ آپ دنیا سے پردہ فرما گئے۔(۵)

شاعری شاعر کے ذہن کا تخلیق ہوتا ہے۔ اگر یہ تخلیق قرآن و حدیث کی حدود و قیود کے اندر رہے تو شاعر کی عظمت کی دلیل بن جاتا ہے۔ محض تخیل بندے کو کسی بھی حد تک لے جا سکتا ہے لیکن قرآن و حدیث

سے وابستگی اسے صراط مستقیم سے پیچھے ہٹنے نہیں دیتی۔ سید صابر حسین چشتیؒ شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عالم دین بھی تھے اس لیے ان کی شاعری میں اس علم کی جھلک نظر آتی ہے۔

قرآن اللہ کا کلام اور شریعت اسلام کا پہلا مآخذ ہے۔ سید صابر حسین نے اپنے کلام میں جا بجا قرآنی آیات میں بیان کیے گئے مفہوم کو موضوع سخن بنایا ہے۔ ان کی کتاب ''تکھیاں نوکاں'' کا پہلا شعر پیش خدمت ہے:

اوّل آخر تینوں جانا، ظاہر باطن توں ایں　　میں نئیں کجھ وی میرا کجھ نئیں کون تے کائن توں ایں (۶)

یہ سورالحدید کی تیسری آیت کا ترجمہ ہے آیت یہ ہے:

هُوَ الاَوَّلُ وَالاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡم (۷)

''کون سے کائن'' کی اصطلاح بھی قرآن کریم سے ماخوذ ہے۔ اللہ تعالیٰ سور یٰسین میں فرماتا ہے:

اِنَّمَآ اَمۡرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيۡـًٔا اَنۡ يَّقُوۡلَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ۸۲ (یٰسین: ۸۲)

ابن کثیر اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ کسی شے کو ایک بار حکم دیتا ہے تو اسے دوبارہ تاکید کی ضرورت نہیں پڑتی۔ وہ فرماتا ہے ''کن'' ہو جا ''فیکون'' پس وہ شے ہو جاتی ہے۔ (۸)

قرآن کے بعد حدیث نبوی شریعت اسلامی کا دوسرا مآخذ ہے۔ قرآن کے ساتھ ساتھ ان کی شاعری میں حدیث کے حوالے بھی ملتے ہیں۔ معراج مصطفیٰ آپ کے خاص معجزوں میں سے ہے دیگر انبیاء پر آپ کی فضیلت اور برتری کا ترجمان اور بارگاہِ ربّ العزت میں آپ کے مخصوص اکرام کا واضح ثبوت ہے۔ حضور انور کے مدح خوانوں نے اس واقعہ کو ضرور زینت کلام بنایا ہے سید صابر حسین بھی ان سے مختلف نہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

کھول کے بوہے نیناں والے تکدا کوئی آسمانوں　　اوہ عرش نوں رونق بخشو عرش دیو مہمانوں (۹)

السلام اے راکب دوش براق　　جان طالب بیخوداز جوش فراق (۱۰)

کوئی بیتاب ہے ملنے کے لیے عرش سے پار　　آج ملنے کو چلے رات مدینے والے (۱۱)

قصہ معراج کو سید صابر حسین نے مفرد انداز سے پیش کیا ہے۔ ان کے کلام کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے اس قصہ کے تفصیلی اور عمومی بیان کے بجائے اس کے مخصوص اور جزوی نکات کو اہمیت دی ہے۔ کہا جاتا ہے، رموز کو اجاگر کیا ہے جو اللہ تعالیٰ (محبّ) اور رسول اللہ (محبوب) کے مابین موجود عشق و محبت کی ترجمانی کرتے ہیں۔

درج بالا اشعار کو ملاحظہ فرمایئے: کھول کے بوہے نیناں والے ''جان طالب بیخود'' اور ''کوئی بیتاب ہے ملنے کے لیے'' کہ یہ ملاقات محبوب کی طلب نہیں تھی بلکہ اس کا اہتمام محبّ کی طرف سے تھا۔ رسول اللہ کو اُم ہانی کے گھر آرام فرما رہے تھے یا بعض روایات کے مطابق حرم میں آرام فرما رہے تھے کہ رات کے وقت عرش کی مہمانی کا بلاوا آ گیا۔ اللہ تعالیٰ مشتاق تھا کہ رات ہی رات میں ایک مختصر سے عرصہ میں محبوب کو زمین و

آ سمان کی نشانیاں دکھا کے اپنے قرب سے نواز دے یہ اشتیاق معراج مصطفیٰ کا لطیف رمز ہے۔ سیّد صابر جا بجا فرماتے ہیں:

جبرائیل آئے ہیں پیام لیئے چلئے حضرت مزید تاب نہیں (۲۱)
جلدی چلئے میرے آقا سر عرش مجید ختم ہو جائے نہ یہ رات مدینے والے (۳۱)
عرش بیتاب ہیں تیری زیارت کے لیے حق بھی ہے طالبِ دیدار مدینے والے (۴۱)
دیدار کا طالب ہے خدا عرش بریں پر معراج کی شب راہ سجائی ہے گزر کی (۵۱)

جب بات دیدار کی چل نکلی تو صاحب طور علیہ السلام کی طرف نظر کا اُٹھ جانا فطری عمل ہے سیدنا موسیٰ علیہ السلام دیدار الٰہی کے شوق میں طور کی بلندی تک جا پہنچے، روزے رکھے، کلام کیا، تورات ملی لیکن ''رب ارنی'' (اے میرے رب مجھے دیدار سے مشرف فرما) کی التجا مقبول بارگاہِ اقدس نہ ہوسکی۔ موسیٰ علیہ السلام کی لگن میں کمی نہ تھی، وجہ کچھ اور تھی۔ جواب آیا ''لن ترانی'' (تم مجھے نہیں دیکھ سکتے) پس اشارہ فرما دیا گیا تھا کہ وہ کوئی اور ہوگا جو تم سے بعد آئے گا اور تم جس نعمت سے محروم رہ گئے وہ فیض یاب ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَمَّا جَآءَ مُوسٰى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ • قَالَ رَبِّ اَرِنِىٓ اَنظُرْ اِلَ • قَالَ لَن (۶۱)

ترجمہ: ''اور جب موسیٰ ہمارے وعدہ پر حاضر ہوا اور اس سے اس کے ربّ نے کلام فرمایا اس نے عرض کی: اے میرے رب مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ (اللہ نے) فرمایا: تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گا۔''

سید صابر صاحبِ طور کی ملاقات کا صاحب معراج کی ملاقات سے موازنہ کرتے ہیں تو وجدانِ عشق وجنوں مکیں مست و بے خود ہو جاتے ہیں۔ وہ طالب تھے یہ مطلوب وہ عاشق تھے یہ معشوق۔ وہ بیقرار تھے یہ پرسکون۔ وہاں موسیٰ دیدر کے لیے بیتاب تھے اور یہاں اللہ تعالیٰ مشتاق ہے۔ سید صابر کے نزیک یہ فرق اس وجہ سے تھا کہ رسول اللہصر ف اللہ کے رسول نہیں بلکہ اس کے محبوب و یار بھی ہیں۔ یہ سارا اشتیاق اور یہ اہتمام اس عشق ومحبت کی غمازی کرتا ہے سید صابر فرماتے ہیں:

کرد بہر دید موسیٰ عرضھا پس جواب آمد اے موسیٰ لن تریٰ
لیک بہر یار قاصد مے رسد مرحبا مہمانِ اللہ الصمد !(۷۱)
کوئی بیتاب ہے ملنے کو سر طور مگر ہاتھ جبریل کے ملنے کا پیام آتا ہے (۸۱)
طور پر حضرت موسیٰ گئے نظارے کو جن کو بلوایا عجیب ان کی نزاکت ہوگی (۹۱)
کوئی جائے سر طور لگی دل کی بجھانے کوئی عرش پہ طالب ہے تیری ایک نظر کا (۰۲)
عرش سے آیا ہے انوار بداماں کوئی جلوۂ طور ہے یا جان شبستاں کوئی (۱۲)

معراج مصطفیٰ کا ایک اور عاشقانہ رمز یہ ہے کہ یہ تمام سفر اللہ تعالیٰ نے رات کے وقت کروایا۔ اس وقت کے انتخاب میں اسرار پوشیدہ ہیں۔ علامہ بدرالدین عینی کہتے ہیں کہ رات کا وقت خلوت، اختصاص اور

مجالس ملوک کا وقت ہوتا ہے یہ وقت احباء سے راز و نیاز کا وقت ہے اس لیے اللہ نے متعدد انبیاء علیہم السلام کو رات کے وقت انعامات سے نوازا، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی رات کے وقت سرگوشی فرمائی اور ان کو بنی اسرائیل کو رات کے اندر مصر سے لے جانے کا حکم دیا۔ لیل القدر جو ہزار مہینوں سے افضل ہے ایک رات ہی ہے۔(۲۲)

سید صابر حسین چشتیؒ اس رمز سے بالخصوص متاثر ہوئے ان کے نزدیک رات کا وقت ہی اس ملاقات کے لیے مناسب تھا یہ محبوب و محبّ کے مابین راز و نیاز کا وقت تھا۔ یہ خلوت کا وقت تھا اور خلوت ہی عاشق و معشوق کو مطلب ہوتی ہے جب وہ ملاقات کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ اس رمز کو اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

سب معراج ہوئی خوب میسر خلوت منتظر جیسے سرعرش ہو قدرت تیری(۳۲)
وہ یوں تو کہنے کو معراج کی تھی شب صابر مگر تھا دونوں کو ماحول سازگار ملا(۴۲)
طالب سے پوچھیئے ذرا سنگینی شبِ فراق جلوہ ذرا دکھایئے چہرۂ تابدار کا(۵۲)
شمعیں جلائی ہیں جناب ڈوب چکا ہے ماہتاب اب ہو نگاہف التفات مسئلہ ہے وقار کا(۶۲)

آپ رات کے وقت میں ایک خاص رمز کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ وقت اس لیے منتخب فرمایا کہ رات کا اندھیرا جدائی کی علامت تھا اور فرقت کا نشان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سے فرقت و جدائی گوارا نہیں فرمائی لہٰذا پو پھوٹنے سے پہلے ہی رات کے اندھیرے میں دیدار سے سرفراز فرما دیا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

رات معراج کی ماحول بھی مناسب ہو پھر کرے کون گوارا شہا فرقت کی تیری (۷۲)

واقعہ معراج سیدنا محمد کی برتری اور فضیلت کا واضح ثبوت ہے گو اللہ تعالیٰ نے دیگر رسولوں کو بھی مخصوص فضائل عطا فرمائے ہیں جیسے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا، موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا، عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلمہ اور رُوح فرمایا، سلیمان علیہ السلام کو بے مثل بادشاہی عطا فرمائی، لیکن اپنے حبیب پر خصوصی عنایات فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ تفضیل انبیاء کے بارے میں فرماتا ہے:

تلک الرُّسُلُ فَضَّلنَا بَعضَھُم عَلٰی بَعضٍ • مِنھُم مَّن لَّمَ اللہُ وَرَفَعَ بَعضَھُم دَرَجٰتٍ •(۸۲)

''یہ رسل ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ان میں سے کسی سے کلام کیا اور کسی کو درجوں بلند کیا۔''

امام بغوی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ''**رَفَعَ بَعضَھُم دَرَجٰتٍ**'' سے محمد مراد ہیں۔ ''**رَفَعَ بَعضَھُم دَرَجٰتٍ**'' یعنی محمد کو درجوں بلند کیا۔ کوئی معجزہ کسی نبی کو نہیں دیا گیا مگر اس کی مثل ہمارے نبی کو بھی دیا گیا اور ان کے علاوہ بھی کئی نشانیوں سے آپ کو دوسروں پر فضیلت دی گئی مثلاً آپ کے اشارے سے چاند کا پھٹ جانا،

آپ کی جدائی میں درخت کے تنے کا رونا، درخت اور پتھر کا آپ کو سلام کرنا، جانوروں کا آپ سے کلام کرنا اور آپ کی رسالت کی گواہی دینا، آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کا جاری ہونا، اور ان کے علاوہ نشانیاں اور معجزات جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔(۹۲)

ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بیان کیا کہ حدیث اسراء بھی اس رفعت درجات میں شامل ہے:

''رَفَعَ بَعۡضَهُم دَرَجٰتٍ کما ثبت فی حدیث الاسراء حین رای النبی الانبیاء فی السمٰوٰت بحسب تفاوت منازلهم عندالله مزوجل'' (۰۳)

شب اسراء رسول اللہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک تشریف لے گئے تو وہاں جا کر آپ نے تمام انبیاء کی نماز میں امامت فرمائی۔حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا:

ثم دخلتُ الی بیت المقدس فجمع لی الانبیاء علهم السلام فقد منی جبرائیل حتیٰ امتهم. (۱۳)

''پھر میں بیت المقدس میں اخل ہوا۔ اس میں میرے لیے تمام انبیاء علیہ السلام کو جمع کیا گیا پھر جبرائیل نے مجھے ان کے آگے کھڑا کر دیا اور میں نے سب کی امامت کرائی۔''

سید صابر حسین چشتی نے اپنے کلام میں رسول اللہ کی تمام انبیاء پر فضیلت کو موضوع بنایا ہے۔آپ عرض کرتے ہیں:

سبھی انبیاء کے امام ہیں سر عرش محو خرام ہیں (۲۳)
مقتدی جس کے نبی سارے بنے اقصیٰ میں جانِ کونین غریبوں کا سہارا آیا (۳۳)
سر آسماں ہیں قدسی تیرے در کی آرزو میں تو مریم قدسیاں ہے سالارِ مرسلاں ہے (۴۳)
قطار اندر قطار آئے مبارک کو سلامت کو نبی سارے پکارے شاہِ شاہان شہاں آیا(۵۳)
انبیاء ؑ مسجد اقصیٰ میں تھے صفیں باندھے کھڑے کہہ رہے تھے کہ ابھی ان کی امامت ہوگی (۶۳)

صابر حسین چشتیؒ نے اس رات کی امامت میں ایک اور سر دریافت کیا ہے۔آپ کی نگاہِ شوق نبی کریم کو امام اور انبیاء و رسل کو مقتدی دیکھنے کے ساتھ یہ بھی دیکھ لیتی ہے کہ اس سماں میں فقط انبیاء ہی رخ انور کے گرویدہ نہیں تھے بلکہ دونوں جہاں آپ کے گیسوئے خوشبو دار کی الجھن میں گرفتار نظر آتے تھے۔ چنانچہ منظر کشی فرماتے ہیں:

نبی اقصیٰ میں سارے پیشوائی کو چلے نبی کیا دونوں عالم ہیں بندھے گیسوئے احمد سے(۷۳)

سدرۃالمنتھیٰ اس سفر میں پیش آنے والا ایک مقام عشق و نیاز ہے یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت جبرائیل بعد عجز و انکسار ٹھہر گئے اور مزید ہمسفری سے عذر کیا۔اسی بنا پر یہ ان کا مقام المنتھیٰ ہے۔اس سے آگے بڑھے تو ان کے پر جل جائیں گے۔علامہ نظام الدین نیشاپوری اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

''سدرۃالمنتھیٰ وہ جگہ ہے جس سے آگے فرشتے نہیں جا سکتے اور نہ کسی کو یہ علم ہے کہ سدرۃالمنتھیٰ

کے ماوراء کیا ہے۔ شہدا کی روحید یہاں تک جاتی ہیں------- اس مقام پر جبرائیل آپ سے پیچھے رہ گئے اور فرمایا کہ اگر میں ایک پور بھی مزید قریب ہوا تو جل جاؤں گا۔'' (۸۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہی کہ جب رسول کو معراج کرائی گئی تو آپ آپ کو سدرۃالمنتھیٰ پر لے جایا گیا اور سدرۃ چھٹے آسماں پر ہے۔ اوپر سے نیچے آنے والی چیزیں اس تک آ کر رک جاتی ہیں پھر انھیں وصول کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا: اذا یغشی السدرۃ ما یغشی (سدرۃ کو ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپ لیا) (۹۳)

حضرت انس بن مالک کی روایت میں ہے:

ثـم ذهـب بی الی السدرۃالمنتهیٰ و اذ اورقها کاذان الفیل و اذ ثمرها کا لفلال قال فلما غشیها من امر الله ماغشی تغیرت فما احد ومن خلق الله یستطیع ان ینعتها من حسنها (۰۴)

''پھر مجھے سدرۃالمنتھیٰ (بیری کا درخت) پر لے گئے جس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر اور پھل مٹکوں کے برابر تھے اور جب اس درخت پر اللہ کے حکم سے انوار چھا گئے تو وہ اس قدر حسین بن گیا کہ کوئی شخص اس کی خوبصورت بیان نہیں کر سکتا۔''

رہگزر سدرۃ سے آگے آپ کے لیے ایک سبز رنگ کا تخت رفرف لایا گیا نبی کریم عرش کی طرف روانہ ہوئے۔ نعلین مقدس پہنے ہوئے اپنا سفر جاری رکھا۔ بس ایک نورانی ہمسفر یہاں رخصت ہوا۔ سید صابر ایسا عاشق رسول اس منظر کو کیسے بھول سکتا تھا لہٰذا اس کو اُجاگر کیا، فرماتے ہیں:

محبوب خدا کی رفعت کا کوئی کیا جانے جز ذات خدا جبرائیل کے ان جلووں سے پر سدرۃ سے آگے جلتے ہیں (۱۴)
محبوب خدا کے ماہ یہیں وہ عرش بریں کے راہیں ہیں ہے سدرۃ تو ابن کی رہ گزر جو شہر مدینے بستے ہیں (۲۴)
منت ہے جبرئیل کی عرض میری قبول ہو قاصد ہوں شاہِ دوسرا خالق کردگار کا (۳۴)
عرش زیر قدم ہے فلک زیر پا آپ سا تو کسی کو نہ رتبہ ملا (۴۴)
عرش نواز نے چجلے آپ قدوم ناز سے ملنے چلے ہیں شاہِ دیں خالق بے نیاز سے (۵۴)
تیرے دوش پر کملیاں سجتی ہے وہ کتنی نعلین سے مزین تیرے عشر ولا مکاں ہے (۶۴)

جبرائیل کے الودع کہنے کے بعد آپ ایک فرتہ کے ساتھ رفرف پر روانہ ہوئے یہاں تک کہ مقام استواء پر پہنچے یہاں آپ نے حریف اقدام (قلم چلنے) کی آواز سنی۔ پھر آپ کے لیے بیت المعمور ظاہر ہوا آپ نور میں تیز سے بڑھے فرشتہ آپ سے پیچھے رہ گیا۔ رب العز آپ کے قریب ہوئے یہاں تک کہ دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم اور آپ پر وحی فرمائی جو اُس نے وحی فرمانی تھی۔ حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں:

حتـی جـاء سـدرۃالمنتهیٰ ودنا الجبار رب العز فتدلٰی حتیٰ کان منه قاب قوسین او

ادنی فاوحیٰ الله الیه فیما یوحی الله ۔(۷۴)

''حتیٰ کہ سیدنا محمد سدرۃ المنتھیٰ پر آئے اور جبار رب العزآپ کے قریب ہوئے پھر اور قریب ہورئے حتیٰ کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار رہ گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک پھر اللہ نے آپ کی طرف وحی کی جو وحی اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔''

قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رب سیدنا محمد کے قریب ہوا اور آپ پر اپنا امر اور حکم نازل فرمایا۔ نیز حضرت حسن بصری سے بھی روایت ہے کہ رب اپنے بندے محمد کے قریب ہوا پھر اور قریب ہوا پھر اس نے جو چاہا اپنی قدرت اور عظمت سے آپ کو دکھایا۔(۸۴)

اس قرب میں محبوب ومحبّ کی ملاقات کے دوران جو راز و نیاز ہوا وہ بیان سے باہر ہے۔ عشق کا انتہائی مقام تھا جس سے آگے عبدیت کے لیے کوئی اور مقام نہیں۔ وصل یار کی گھڑی، قول وقرار کی گھڑی، دیدار کی گھڑی۔ سید صابر حسین کا عاشقانہ دل اس رمزِ عشق سے بقرار ہو جاتا ہے اور پکار اُٹھتا ہے:

منزلِ قوسین سے ہے بہت آگے تیری جا عشرِ اعظم کا مکین تیرے سوا کوئی نہیں (۹۴)

اُٹھائے جاتے ہیں پردے دوئی کے انھیں محرم بنایا جا رہا ہے (۵۰)

حریم ناز کے پردوں س ے یہ صدا آئی فقط تمہی ہو جسے ہم نے راز دار کیا (۱۵)

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ سید صابر حسین چشتیؒ صاحب علم وکمال تھے اور ان کا کلام ان کی شریعت سے گہری واقفیت کا غماز ہے۔ جا بجا آیاتِ قرآنیہ کا اشعار میں استعمال ان کی قرآن سے شدید وابستگی کا اظہار ہے اور احادیث کا کثرت سے استعمال ان کے قولِ رسول سے محبت اور اس کے گہرے مطالعہ کی علامت ہے۔ ان کا پورا کلام ان کے سچے عاشق رسول ہونے کی دلیل ہے اور یہی تعلق ومحبت ان کو شریعت کی حدود سے متجاوز نہیں ہونے دیتا۔ عشق کے بحرِ بے کنار میں ڈوب کر آپ نے معراج مصطفیٰ کا مطالعہ کیا گیا ہوگا جو اس واقعہ کے اہم عاشقانہ رموز اپنے کلام میں بیان کیے ان کے معراجیہ کلام کو پڑھ کر عشق محمد کی شمع دل میں روشن ہ جاتی ہے۔ یہ بات ان کے اشعار کی تاثیر پر دلالت کرتی ہے۔ بطور نمونہ اختتام بحث پر کلام کا کچھ حصہ پیش خدمت ہے جس میں معراج کا خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے:

کیا خوب عرش کا ماحول خوشگوار کیا بلا کے عرش پر محبوب ہمکنار کیا

چلے خراماں خراماں براق چھوڑ کے وہ حدود و قیدِ تعسین کو تار تار کیا (۲۵)

نقابِ میم اُٹھائے وہ بے نقاب ہوئے حسیں تمام زمانے کے آب آب ہوئے

حرم سے سدرہ وسدرہ سے لا مکاں کے لیے نگاہ عشق میں بھی آپ انتخاب ہوئے

حواشی:

۱۔ حسن، سید عبدالمصطفیٰ، دنیائے طریقت کی ممتاز شخصیت ، ماہنامہ ضیائے قمر، (مارچ ۲۹۹۱ء، شمارہ ۵، ج ۲، گوجرانوالہ)، ص:۲۱

۲۔ ایضاً، ص:۴۱

۳۔ چشتی، محمد صابر حسین، سید، جلوۂ یزدان، (منہاج القرآن پرنٹرز لاہور، ۲۰۰۷ء) ص: ۸۰۳

۴۔ ایضاً، ص:۵۱

۵۔ ایضاً، ص:۴۱

۶۔ چشتی، محمد صابر حسین، سید، تکھیاں نو کاں، ص:۲

۷۔ الحدید: ۳/۵۷

۸۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، (ادارالکتب العلمی، بیروت، ج ۶)، ص: ۱۳۵

۹۔ چشتی، تکھیاں نو کاں، ص:۶

۱۰۔ چشتی، جلوۂ یزدان، ص:۱۲

۱۱۔ ایضاً، ص:۶۲

۱۲۔ ایضاً، ص:۹۲

۱۳۔ ایضاً، ص:۶۲

۱۴۔ ایضاً، ص:۸۳

۱۵۔ ایضاً، ص: ۳۵

۱۶۔ الاعراف: ۳۴۱

۱۷۔ چشتی، جلوۂ یزدان، ص:۴۲،۲۳

۱۸۔ ایضاً، ص: ۹۵

۱۹۔ ایضاً، ص:۲۱۱

۲۰۔ ایضاً، ص:۸۱۱

۲۱۔ ایضاً، ص:۲۰۱

۲۲۔ عینی، بدرالدین، علامہ، عمد القاری، (مطبوعہ ادارۂ الطباعہ المنیر یہ، مصر ۱۳۴۸ھ)، ج ۱ ص:۵۰

۲۳۔ چشتی، جلوۂ یزدان، ص:۹۹

۲۴۔ ایضاً، ص:۰۹

۲۵۔ ایضاً، ص: ۶۸

۲۶۔ ایضاً، ص: ۶۸

۲۷۔ ایضاً، ص: ۷۶

۲۸۔ البقرہ: ۲/۳۵۲

۲۹۔ بغوی، محی السن، الحسین بن مسعود، معالم التنزیل، (داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ، ج ۱)، ص: ۲۴۳

۳۰۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص: ۷۶۰

۳۱۔ نسائی، احمد بن شعیب، سنن نسائی، (نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی، س ن، ج ۱)، ص: ۴۷

۳۲۔ چشتی، جلوۂ یزدان، ص: ۲۳

۳۳۔ ایضاً، ص: ۹۳

۳۴۔ ایضاً، ص: ۶۵

۳۵۔ ایضاً، ص: ۷۹

۳۶۔ ایضاً، ص: ۲۱۱

۳۷۔ ایضاً، ص: ۷۱۱

۳۸۔ نیشاپوری، ملا نظام الدین، تفسیر نیشاپوری، (مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر، ن م، ج ۲۷)، ص: ۱۳،۰۳

۳۹۔ القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، (باب فی ذکر سدرۃ المنتھیٰ، داراحیاء التراث العربی، بیروت)، رقم الحدیث: ۹۷۲

۴۰۔ ایضاً باب الاسراء برسول الیٰ السمٰوٰت رقم الحدیث: ۹۵۲

۴۱۔ چشتی، جلوہ یزدان، ص: ۰۳

۴۲۔ ایضاً، ص: ۰۳

۴۳۔ ایضاً، ص: ۶۸

۴۴۔ ایضاً، ص: ۵۹

۴۵۔ چشتی، جلوۂ یزدان، ص: ۶۹

۴۶۔ چشتی، جلوۂ یزدان، ص: ۵۳۱

۴۷۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، (مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ، ج ۲)، ص: ۱۱۲۰

۴۸۔ قاضی عیاض، مالکی، الشفاء بتعریف حقوق مصطفیٰ، (مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی، ملتان، ن م،

ج۱)،ص:۶۲۱

۴۹۔ چشتی، جلوۂ یزدان،ص:۴۳۱

۵۰۔ ایضاً،ص: ۷۹

۵۱۔ ایضاً،ص: ۱۸

۵۲۔ ایضاً،ص:۹۱۱

مآخذ:

۱۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم ،ادارالکتب العلمی ، بیروت۔

۲۔ القشیری،مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، باب فی ذکر سدرۃ المنتھیٰ، داراحیاء التراث العربی، بیروت۔

۳۔ بخاری،محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری،مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ۔

۴۔ چشتی،محمد صابر حسین،سید، تکھیاں نوکاں، (اس کتاب پر کسی قسم کی معلومات درج نہیں)۔

۵۔ چشتی،محمد صابر حسین،سید، جلوۂ یزدان،منہاج القرآن پرنٹرز لاہور،۲۰۰۷ء۔

۶۔ حسن،سید عبدالمصطفیٰ، دنیائے طریقت کی ممتاز شخصیت ، ماہنامہ ضیائے قمر، مارچ ۱۹۹۲ء، شمارہ ۵، ج۲، گوجرانوالہ۔

۷۔ سحی السن،الحسین بن مسعود، معالم التنزیل، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ۔

۸۔ عینی، بدرالدین، علامہ، عمد القاری،مطبوعہ ادارۃ الطباعہ المنیریہ،مصر ۱۳۴۸ھ۔

۹۔ قاضی عیاض، مالکی، الشفاء بتعریف حقوق مصطفیٰ ،مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی، ملتان۔

۱۰۔ نسائی، احمد بن شعیب، سنن نسائی ،نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی، س ن ۔

۱۱۔ نیشاپوری، ملا نظام الدین، تفسیر نیشاپوری،مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ،مصر،س ن ۔

☆☆☆